ما شاء الله لا قوة الا بالله
درین ایام بفضل خداوند انام نسخهٔ مفیدهٔ خواص و عوام یعنی رسالهٔ
ظل الغمام
فی مسألة القراءة
خلف الامام
باهتمام راجی رحمت غفران عاجز محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان مغفور
در مطبع نظامی واقع کانپور محله ... مطبوع گردید ۱۲۹۹
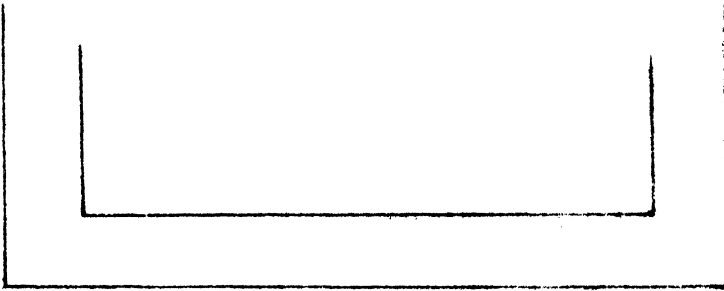
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

تمہید

کیا عبرت کا مقام ہی کیا افسوس کا وقت ہی زمانے کا دور آخر ہی اہل بزم اوٹھتے جاتے ہین محفل برہم ہو چلی سحر ہونیکو آئی وہ روشن اور بزم افروز شمع اسلام سنبھالا لے رہی ہی آدھر باد مخالف کے جھونکے چلنے لگے ابتک تو خیر تھی کیونکہ وہ شمع ہنوز حمایت علما کی فانوس مین اغیارون کے دست ستم سے محفوظ تھی لیجیے اب اپنے بیگانے ہوگئے خود محفل والون مین سے حضرات غیر مقلدین چارونطرف سے اوسکے گل کرنیکو دوڑے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ جمعیت اسلام برہم ہو چکی تھی اعدانے دین کو بیکس و بیچارہ سمجھکر دست تعدی دراز کر رکھا تھا وقت یہ تھا کہ ہم ایک متفق ہوکر دینی عزت کو دنیاوی جاہ و وقار کے ساتھ حاصل کرتے ملحدون کے تیرباران اعتراضات کو

استدلال و احتجاج کی سپر ہو گئے جسطرح اسلام ہمیشہ مظفر و منصور رہتا آیا ہے آج بھی ویسکے نقارۂ فتح و
ظفر کی صدا غنیم کے لشکر مین گونجتی مگر بد دردون کو اس سے کیا غرض اونھون نے تمام دم ذنب کے پیچھے جمعیت اسلام کو درہم
برہم کیا کہ جماعت اسلامی کے تمام ارکان ہلگئے اور اوسکی مضبوط و پایدار بنا متزلزل ہو گئی جا بجا جماعتین تفرقہ پڑ گیا سب و شتم سے گذر کر
طعن و ضرب کی نوبت پہونچی رفتہ رفتہ گورنمنٹ کو دخل دینا پڑا اور ہماری مذہبی نزاع جسمین علما و مجتہدین کے
فیصلے نا قابل تسلیم قرار دیے گئے تھے اب حکام انگریزی نے فیصل کیے فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ
غیر مقلدین اگرچہ اپنے استنباطات کو صحیح سمجھتے تھے سمجھتے اور او سپر کاربند ہوتے مگر بیان تو مثل ہے ع
مین تو ڈوبا ہون و لے تجھکو بھی لے ڈوبون گا + اشتہار جاری ہوئے رسالے چھپے آخر اسپر دم لیا کہ ہم نے
حنفیہ پر اعتراضات لکھتے ہین جو جواب دے وہ انعام لے علمائے حنفیہ کو اولا تو درس و تدریس و دیگر مشاغل علمی سے
فرصت کہان دوسرے وہ سمجھے کہ قلم اوٹھائے تو کسکے جواب لکھے تو کسکا اس تمام فرقہ جدیدہ مین دو ایک کے
سوا کسی نے درس نظامیہ کی پوری کتابین بھی نہین پڑھین نہ کسیکا اعتداد علما مین ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت
مولانا احمد علی محدث مرحوم و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس دیوبند و جناب مولانا محمد عبد الحی صاحب
وغیرہم کو بہت کم اس بارے مین لکھنے کا اتفاق ہوا ۔ ادھر یہ بھی خیال کہ کس سے مقابلہ کیجیے مسلمانون سے
شعر ۔ راز معشوق نہ افشا ہو جائے + ورنہ مرجانے مین کچھ بھید نہین + حضرات غیر مقلدین اس بے التفاتی
و عدم اعتنا کو داخل عجز سمجھے اور بھی تیز ہوے خم ٹھوک میدان مناظرہ مین کود پڑے مگر علمائے حنفیہ ان
چھوٹی چھوٹی جوڑون کے مقابل آنے کیون لگے تاہم اگر کسی عالم حنفی نے عنان التفات ایک ذرا ادھر پھیر دی
تو مدتون کے لیے فرصت ہو گئی ایک **انتصار الحق** کا جواب مرتب کرانا تھا سو آٹھ دس برس مین
طیار ہوا اسو بھی کیا کاغذ بادی سے زیادہ وقعت نہین رکھتا ۔ ہر چند اس شعبدہ و نغمۂ انگریزی پر بھی

ہمکو خانہ جنگی سے احتراز رہا ہی مگر صرف اس خیال سے کہ شعر سعدی چو باسفلہ گوئی بلطف و خوشی + فزون گرددش کبر و گردنکشی + مناسب معلوم ہوا کہ تھوڑی سی دار و گیر دیجائے اسپر بھی اگر باز نہ آئے تو پھر پوری خبر لیجائے +

اصل مقصود

واضح ہو کہ اس فرقۂ نو کا یہ دعوا ہی کہ ہم قرآن و حدیث کے پیرو ہین اور بمقابلہ حدیث نبوی کسی امام و مجتہد کے قول کو سند نہین لاتے اس رسالے مین بضمن مسئلہ قرات فاتحہ خلف الامام دو باتون کا ثابت کرنا منظور ہی ایک یہ کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب قرآن و حدیث سے صاف صاف ثابت ہی جسین غیر مقلدون کا یہ بیان کہ چونکہ امام صاحب کا مذہب احادیث سے خلاف ہی اس لیے ہم اوسپر عمل نہین کرتے بالکل اندا و فریب و مکر ہی۔ دوسرے یہ کہ حضرات غیر مقلدین حدیثون مین کسقدر کذب و افترا کو کام مین لاتے ہین اور عوام کو دام فریب مین پھنساتے ہین۔ اے برادران اسلام اس رسالے کو خوب غور و فکر سے دیکھو اور جب تحقیق ثابت ہو جاوے کہ یہ لوگ حدیثون کی سند مین فریب اور کذب اختیار کرتے ہین تو ان سے بیزار ہو جاؤ اور پھر انکے دام فریب مین نہ آؤ

امر اول واضح ہو کہ غیر مقلدین کا یہ دعوا ہی کہ مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا امام کے پیچھے واجب ہی ہر نماز مین خواہ وہ سری ہو خواہ جہری ہمارا یہ دعوا ہی کہ مقتدی کو کسی قسم کی نماز مین قرات فاتحہ کرنا مستحب بھی نہین اور واجب کا تو کیا مذکور اب ہم وہ دلائل پیش کرتے ہین جس سے ہمارا مدعا ثابت اور انکا دعوا باطل ہوتا ہی **دلیل اول** قال اللہ عز وجل اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ یعنی جب قرآن پڑھا جاوے تو

دلیل اول

سنو اور چپکے رہو شاید تم لوگ رحم کیے جاؤ علامہ ابن الہمام فتح القدیر مین اس آیت سے دلیل لاتے ہین اور لکھتے ہین فان المطلوب امران الاستماع والانصات فیعمل بکل منهما والاول یخص بالجهریة والثانی لا فیجری علی اطلاقه فیجب السکوت عند القراءة مطلقا یعنی اس آیت مین دو چیزون کی غرض ہی سننا اور چپ رہنا پس دونون پر عمل کیا جاوے گا اور سننا خاص ہی جہری نماز کے ساتھ اور چپ رہنا نہین خاص ہی پس مطلق باقی رہیگا پس واجب ہوگا چپ رہنا عموماً قراءت کے وقت۔ یعنی جہری نماز مین سننا اور چپ رہنا دونون پر عمل ہوسکتا ہی اور سری نماز مین چونکہ سننا غیر ممکن ہی تو اسکے اوس دوسرے حکم پر یعنی چپ رہنے پر عمل ہوگا بہرحال مقتدی کو ہر نماز مین چپ رہنا چاہیے کیونکہ اللہ پاک فرماچکا کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو تم لوگ چپکے رہو اور چونکہ امام سری اور جہری دونون مین قرائت قرآن کرتا ہی تو لامحالہ مقتدیون کو دونون حالتون مین چپ رہنا پڑے گا اب ہم غیر مقلدون کے اعتراضات کو تفصیل ذکر کرکے ہر ایک کا جواب تفصیلی عرض کرتے ہین

پہلا اعتراض

پہلا اعتراض یہ آیت دربارۂ خطبہ کے نازل ہوئی ہی جیسا کہ معالم التنزیل مین بعض لوگون کا قول نقل کیا ہی اور قسطلانی مین بھی نقل کیا ہی اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر مین لکھا ہی کہ یہ قول سعد بن جبیر و مجاہد و عطا کا ہی

جواب اول

جواب اولاً تو یہ قول چندان معتبر نہین کیونکہ قول مستند اور قابل اعتبار یہ ہی کہ یہ آیت دربارۂ قراءت نماز کے نازل ہوئی ہی عماد بن کثیر نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی قال علی بن طلحة عن ابن عباس

قولہ واذا قرئ القرآن یعنی فی الصلوۃ المفروضۃ یعنی کہا علی بن طلحہ نے ابن عباسؓ
سے کہ قول اللہ پاک کا واذا قرئ القرآن فرض نمازون کے بارے مین ہی اور حافظ جلال الدین
سیوطی نے تفسیر درمنثور مین لکھا ہی اخرج عبد بن حمید والبیھقی فی القراءۃ عن
ابی العالیۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی باصحابہ فقرأ
قرأ اصحابہ فنزلت ھذہ الاٰیۃ فسکت القوم وقرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی روایت کی ہی عبد ابن حمید اور بیہقی نے باب قرات مین ابو العالیہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جب نماز پڑھتے تھے صحابہ کے ساتھ اور قرارت فرماتے تھے تو صحابہ بھی قرارت کرتے تھے
پس یہ آیت اوتری تو چپ ہوے لوگ اور قرارت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور امام
بغوی نے تفسیر معالم التنزیل مین قول فیصل کر دیا یعنی اس آیت کی شروع تفسیر مین لکھا
ذھب جماعۃ الی انھا فی القراءۃ فی الصلوۃ یعنی پس ایک گروہ اس بات کی طرف
گیا ہی کہ یہ آیت نماز کی قرارت کے بارے مین ہی اسکے بعد امام بغوی نے اون لوگون کا نام لیا ہی
جنھون نے کہا ہی کہ یہ آیت خطبہ مین اوتری ہی یا دربارہ کلام فی الصلوۃ وارد ہی اور پھر اخیر مین
فیصلہ کر دیا کہ والاول اولیٰ ہا وھو انھا فی القراءۃ فی الصلوۃ معالم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۷۰ یعنی پہلی بات اولیٰ ہی اور وہ
یہ کہ آیت دربارہ قرارت کے ہی نماز مین اور کہا قاضی ابن عبد البر نے اجمعوا علی انہ لم یرد
بہ کل موضع یستمع فیہ القرآن وانما اراد الصلوۃ ویشھد لہ قولہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی الامام واذا قرأ فانصتوا صححہ ابن حنبل فاین المذھب عن السنۃ
وظاھر القرآن ازرقانی شرح موطا مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۶۱ یعنی لوگون نے اجماع کیا ہی

کہ اس سے ہر وہ جگہ مراد نہین جہان قرآن سنا جاوے اور جزین نیست کہ نماز مراد ہی اور گواہی
دیتی ہی اسپر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امام کی شان نہین کہ وہ جب پڑھے تو چپ رہو صحیح کہا
اس حدیث کو امام ابن حنبل نے پس کہان جانیکی جگہ ہی حدیث اور ظاہر قرآن سے پس ان روایات
سے ثابت ہوا کہ یہ آیت بقول صحیح خطبہ مین نہین وارد ہی بلکہ لوگ نماز مین امام کے پیچھے قرارت
کیا کرتے تھے اوس بارے مین یہ آیت اوتری ہی۔ اس مقام پر صاحب بلاغ المبین کی خیانت
اور چالاکی قابل ملاحظہ ہی اس شخص نے بلاغ المبین کے صفحہ ۱۶۰ مین تفسیر معالم التنزیل سے
اور اقوال نقل کیے مگر جو قول کہ صحیح تھا یعنی یہ کہ آیت قرارت نماز کے بارے مین اوتری اوسکو
اول سے اوڑا دیا اور بیچ کا یہ فقرہ بھی والاول اولیٰہا جو اوپر گذرا ہی اوڑا دیا اور اوسکا ترجمہ بھی نہین
کیا اور ادھر اودھر کی عبارت کا ترجمہ کر دیا لاحول ولا قوة الا باللہ ثانیاً بفرض محال مان بھی
لیا جاوے کہ یہ آیت خطبہ کے بارے مین اوتری ہی تاہم معترض کو کچھ مفید نہین اس لیے کہ سبب
گو خاص ہی مگر حکم تو عام ہی یعنی جب قرآن پڑھا جاوے تو سننا اور چپ رہنا چاہیے پس مقتدی
کے لیے بھی حکم واجب التعمیل ہوگا اور کافی تفصیل آگے آتی ہی

دوسرا اعتراض لوگ امام کے
پیچھے زور سے قرارت کرتے تھے بلکہ نماز مین باتین کرتے تھے تب یہ آیت اوتری تو اس آیت سے
صرف یہ مقصود ہی کہ نماز مین باتین نہ کیجاوین یا انتہا یہ کہ زور سے مقتدی لوگ قرارت
قرآن نکرین پس اس سے حنفیون کا یہ دعوا کہ مطلق قرآن نہ پڑھا جاوے ثابت نہین ہوتا

جواب آیت کسی بارے مین اوتری ہو مگر یہ دیکھو کہ اللہ پاک نے کیا حکم دیا ہی یہ تو حکم نہین دیا
کہ نماز مین باتین نکرو۔ یہ تو نہین فرمایا کہ زور سے قرارت نکرو بلکہ یہ فرمایا کہ سنو اور چپ ہو

پیر جو حکم ہوا اوسکی تعمیل ہوگی یا شان نزول کی وجہ سے آیت خاص کر لیجائے گی یہ ایک قاعدۂ
مسلمہ ہے کہ جب کوئی آیت کسی خاص موقع پر نازل ہوتی ہے تو جو حکم آیت مین ہوتا ہے وہ اوس
خاص موقع تک محدود نہین رہتا بلکہ جو تعمیم حکم مین رہتی ہے وہ قائم رہتی ہے اور وہ حکم دوسری جگہ کے لئے
بھی متعلق ہوتا ہے حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہین اختلف اھل الاصول
ھل العبرۃ بعموم اللفظ او بخصوص السبب والاصح عندنا الاول یعنی
اختلاف کیا ہے اصول والون نے کہ اعتبار لفظ کے عام ہونیکا ہے یا سبب کے خاص ہونیکا اور صحیح ہم لوگون کے
نزدیک پہلا قول ہے (تفسیر اتقان مطبوعۂ دہلی صفحہ ۴۱) اور آگے چلکر لکھتے ہین قلت ومن
الادلۃ علی اعتبار عموم اللفظ احتجاج الصحابۃ وغیرھم فی وقائع بعموم
آیات نزلت علی اسباب خاصۃ شائعا ذائعا بینھم (تفسیر اتقان صفحہ مذکور)
یعنی کہتا ہون مین کہ لفظ کے عام ہونے کے اعتبار کی دلیلون سے یہ ہے کہ صحابہ وغیرہم واقعات
مین اون آیتون کے عموم سے استدلال کرتے تھے جو کسی خاص سبب سے نازل ہوئی تھین اور یہ بات
اون مین جاری اور ساری تھی اسکے بعد حافظ سیوطی نے صحابہ کے اقوال نقل کیے ہین غرض مسلم
ہے کہ جو حکم عام کے طور پر بیان کیا گیا ہے وہ اس وجہ کہ اوسکا شان نزول خاص ہے خاص نہین ہوسکتا
چنانچہ امام فخر الدین رازی شافعی نے ان اعتراضات کو مجبورانہ ضعیف تسلیم کرکے
آیت کا یہ جواب دیا ہے یعنی حنفیو نکی دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے السؤال الثالث وھو المعتمد
ان نقول الفقہاء اجمعوا علی انہ یجوز تخصیص عموم القرآن بخبر الواحد
فہب ان عموم قولہ تعالی واذا قریٔ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا یوجب

سکوت الماموم عند قراءۃ الامام الا ان قولہ علیہ الصلوۃ والسلام
لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب وقولہ لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب اخص
من ذلک العموم وثبت ان تخصیص عموم القرآن بخبر الواحد لازم فوجب المصیر الی تخصیص
عموم ہذہ الآیۃ بہذا الخبر وہذا السوال حسن (تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد رابع
صفحہ ۵۰۱) یعنی تیسرا اعتراض اور وہی اعتماد کیا گیا ہے یہ ہے کہ فقہا نے اجماع کیا ہے کہ عموم قرآن
کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے پس تسلیم کرتے ہین کہ اذا قرئ القرآن کا عموم واجب کرتا ہے
اس بات کو کہ جب امام قراءت کرے تو مقتدی چپ رہین مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول
لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اور یہ قول لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب
خاص ہے اس عموم سے اور یہ ثابت ہو چکا کہ عموم قرآن کی تخصیص خبر واحد سے ضرور ہے تو ضرور
آیت کو اس حدیث سے خاص کر لینا چاہیے اور یہ اعتراض پسندیدہ ہے۔ دیکھو امام فخر الدین
رازی نے باوجودیکہ شافعی ہین تاہم یہ تسلیم کیا کہ آیت قرآنی سے مقتدی کو امام کی قراءت کے
وقت چپ رہنا ضروری ثابت ہوتا ہے مگر امام شافعی کی تقلید کی وجہ سے جواب دیا کہ آیت سے قراءت فاتحہ خارج ہے
یعنی قراءت فاتحہ کرنا چاہیے باقی چپ رہنا چاہیے سو اس قول امام رازی کا جواب آگے آتا ہے

تیسرا اعتراض یہ آیت اس حدیث نبوی سے مخصوص ہے یعنی مقتدی کو فاتحہ چھوڑ کر
اور کچھ نہین پڑھنا چاہیے جیسا کہ ابھی امام رازی نے جواب دیا ہے اور قاضی بیضاوی
شافعی نے بھی یہی جواب دیا ہے جواب اول اولاً تو قرآن کی تخصیص ایسی حدیث سے
نہین ہو سکتی یہ مسئلہ اصول مین کافی طور سے ثابت ہوا ہے اور یہ بات ظاہر بھی ہے کیونکہ

تیسرا اعتراض

جواب

قرآن قطعی الثبوت ہی اور حدیث آحاد غیر مشہور کا ثبوت ظنی ہی پس ظنی کو یقینی کا مخصص نہین
کر سکتے ثانیاً یہ حدیث خود مخصوص ہی یعنی مقتدی کے حق مین نہین ہی اور اسکا بیان بتفصیل
اس حدیث کی بحث مین آتا ہی بہر نوع جب یہ حدیث دوسری حدیثون سے مخصوص یا کم سے
کم متعارض ہی تو قرآن پاک کے حکم کو کیا خاص کریگی بلکہ خود وہ حدیث امام یا منفرد کے حق مین
خاص ہوگی اس مقام پر محی الدین اردو خوان نے بلاغ المبین صفحہ (۱۶۰) مین کیا جواب
معقول دیا ہی فرماتے ہین جواب اسکا یہ ہی کہ تفسیر رحمانی مین اس آیت کی تفسیر یون لکھی ہی
چپکے رہو سوا قرآن کے الخ برادران اسلام ذرا اس دانشمندی کو دیکھو کہ معالم التنزیل و
در منثور و تفسیر عماد بن کثیر سے قول معتبر و مستند تو یہ ثابت ہوتا ہی کہ یہ آیت دربارۂ قراءت
نماز کے اوتری اور لوگ قراءت کرنے سے روکے گئے یہ حضرت تفسیر رحمانی ایک غیر مشہور تفسیر سے
کیا نقل کرتے ہین کہ قراءت کی ممانعت نہین قرآن پاک پر ایسے بیجوڑ حاشیے لگانا اور پھر
یہ دعوا کہ ہم تو قرآن و حدیث فقط مانتے ہین دوسرون کے قول سے ہمکو غرض نہین کتنی بڑی
جرأت ہی اسی شخص نے بلاغ المبین کے صفحہ ۱۶۲ مین لکھا ہی کہ صحابی کا قول حجت نہین ہی انصاف
کا مقام ہی کہ قول صحابہ تو حجت نہو اور تفسیر رحمانی کا قول جو آیت کے عموم کے بھی خلاف تمام دوسری
تفسیرون کے بھی خلاف شان نزول کے بھی خلاف وہ قابل تسلیم ہو اور آیت کا جواب اوس سے دیا جاوے
نعوذ باللہ من شر الجہل والعناد والفساد چوتھا اعتراض اس آیت سے صرف نماز جہری مین
قراءت کی ممانعت نکلتی ہی کیونکہ آیت مین سننے کا حکم ہی اور سننا سری نماز مین ممکن نہین پس یہ آیت
صرف اوسی نماز سے متعلق ہوگی جسمین امام زور سے قراءت کرتا ہی یعنی جہری تو حنفیون کا مدعا پورے

چوتھا
اعتراض

جواب

طور سے ثابت ہوا جواب آیت مذکورہ مین دو حکم مذکور ہین ایک سننا دوسرا چپ رہنا بس اسیواسطے تو دو حکم صادر ہوے کہ ایک حکم یعنی سننا نماز جہری کے ساتھ خاص رہے اور دوسرا یعنی چپ رہنا دونون قسم کی نمازون سے متعلق ہو چنانچہ یہی مطلب صاحب فتح القدیر کی عبارت سے سابقا منقول ہوا یہ کلام الٰہی ہی اسکا نقطہ تک بیکار نہین اور ہر لفظ سے نیا فائدہ اور جدا حکم مستنبط ہوتا ہی پانچوان اعتراض یہ آیت ایک دوسری آیت سے معارض ہی پس دونون کا حکم ساقط ہوگا اور وہ آیت یہ ہی فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنی تم پڑھو قرآن سے اوسقدر کہ آسان ہو پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ مقتدی کو بھی کچھ نکچھ قرآن پڑھنا چاہیے اور آیت واذا قرئ القرآن سے ثابت ہوا کہ مقتدی کو کچھ نہین پڑھنا چاہیے اور بالکل چپ رہنا چاہیے پس دونون آیتین آپسمین مخالف او معارض ٹھیرین لہذا دونون کا حکم ساقط ہوجاے گا پس اس آیت سے مقتدیونکا چپ رہنا نہ ثابت ہوگا جواب ان دونون آیتون مین کچھ تعارض نہین مطلب کی غلط فہمی سے تعارض ثابت ہوتا ہی کیونکہ فاقرؤا سے اسقدر معلوم ہوا کہ مقتدی سے بھی قراءت مطلوب ہی سو ہم کہتے ہین کہ مقتدی قراءت تو کرتا ہی مگر اوسکی قراءت کیا ہی امام کا قراءت کرنا یہ تو خود ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ مَن صَلّٰی خلفَ الامام فقراءۃُ الامام له قراءۃ یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا قراءت کرنا یہی مقتدی کا قراءت کرنا ہی یعنی امام کی قراءت عین مقتدی کی قراءت ہی پس مقتدی بحکم آیت واذا قرئ القرآن چپ بھی ہی اور آیت فاقرؤا کی تعمیل بھی کررہا ہی اوسطرح پر کہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا علامہ بدر الدین

پانچواں اعتراض

جواب

عینی بنایہ مین لکھتے ہین فان قلت قولہ علیہ السلام قراءة الامام لہ قراءة
معارض لقولہ تعالی فاقرؤا فلا یجوز ترکہ بخبر الواحد قلت جعل المقتدی
قاریا بقراءة الامام فلا یلزم الترک یعنی اگر کہے تو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراءة
الامام لہ قراءة معارض ہی ساتھ قول اللہ تعالی فاقرؤا کے پس نہین جائز ہوگا چھوڑنا اسکا
خبر واحد سے کہینگے ہم مقتدی قاری ٹھیرایا گیا ہی بقراءت امام پس آیت کا چھوڑنا
نہین لازم آیا پس ظاہر ہوگیا کہ دونون آیتون مین تعارض نہین ہی اور ہر ایک اپنے حکم پر
باقی ہی اور یہ بھی ایک قاعدہ مسلمہ ہی کہ جب تعارض واقع ہو تو جہان تک ممکن ہو جمع کرینگے
نہ یہ کہ دونون کو ساقط کردین چھٹا اعتراض آیت سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ جب قرآن پڑھا
جاوے تب چپ رہنا چاہیے پس ممکن ہی کہ جب امام سکتہ کرے تو اوسوقت مقتدی
قراءت کرے پس اوسوقت آیت کی مخالفت نہ لازم آوے گی چنانچہ اس اعتراض کو امام فخرالدین
تفسیر کبیر مین واحدی سے نقل کرتے ہین اور لکھتے ہین سلمنا ان اللفظ یفید العموم الا انا نقول بموجب الآیة
وذلک لان عند الشافعی رح یسکت الامام وحینئذ یقرا ۱۶ الماموم الفاتحة
فی حال سکتة الامام کما قال ابو سلمة للامام سکتتان فاغتنموا القرأة فی ایهما شئت
یعنی ہمنے تسلیم کیا کہ لفظ عموم کا فائدہ دیتا ہی مگر ہم بموجب آیت کے کہتے ہین اور یہ اس لیے کہ امام شافعی رح
کے نزدیک یہ امر ہی کہ سکتہ کرے امام اور اوسوقت مقتدی قراءت کرے امام کے سکتے مین
جیسا کہ ابو سلمہ نے کہا ہی کہ امام کے لیے دو سکتے ہین سو غنیمت سمجھو قراءت کو اون دونون مین
سے جس مین چاہو جواب اس اعتراض کا ہم کیون دین خود امام رازی نے چند طرح سے

چھٹا اعتراض

جواب

اسکا جواب دیا ہی چنانچہ ایک جواب ہم نقل کرتے ہین وَلِقَائِلٍ اَنْ یَقُوْلَ سُکُوْتُ الْاِمَامِ اماان نقول انه مِنَ الْوَاجِبَاتِ اَوْلَیْسَ مِنَ الْوَاجِبَاتِ وَالْاَوَّلُ بَاطِلٌ بِالْاِجْمَاعِ وَالثَّانِی یقتضی ان یجوز لہ ان لا یسکت فتقدیر ان لا یسکت یلزم ان تحصل قراءۃ المأموم مع قراءۃ الامام وتلک تفضی الی ترک الاستماع والی ترک السکوت عند قراءۃ الامام وذلک علی خلاف النص (تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد رابع صفحہ ۵۱۰) یعنی کہنے والا کہہ سکتا ہی کہ امام کا سکتہ واجب ہی یا نہین واجب ہی واجب ہونا تو بالاجماع باطل ہی اور نہ واجب ہونا اسبات کا مقتضی ہی کہ امام کو نہ سکتہ کرنا جائز ہو پس اس تقدیر پر کہ امام نہ سکتہ کرے یہ لازم آویگا کہ مقتدی امام کے ساتھ قراءت کرے اور یہ پونہچاتا ہی طرف چھوڑ دینے استماع کے اور طرف چھوڑ دینے سکوت کے امام کے پڑھنے کے وقت اور نص قرآنی کے خلاف ہی اور اخیر مین امام رازی لکھتے ہین فَثَبَتَ اَنَّ هٰذَا السُّؤَالَ الَّذِیْ اَوْرَدَهُ الْوَاحِدِیْ غَیْرُ جَائِزٍ یعنی پس ثابت ہوا کہ یہ اعتراض جو واحدی لایا ناجائز ہی دیکھو امام رازی کی تحریر سے بھی واضح ہوا کہ جو شخص قراءت فاتحہ سکتے مین کرنے کہتا ہی اوسکو یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ قراءت فاتحہ مقتدی کو واجب و ضروری نہین یہ بھی واضح ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے ثابت ہین ایک بعد تحریمہ اور قبل قراءت کے دوسرا الحمد للہ ختم کرنے کے بعد سو پہلے سکتے مین دعاے افتتاح وغیرہ پڑھی جاتی ہی جیسا کہ سب اماموں کے مذہب مین معمول ہی اگر کوئی مقتدی دعا کی جگہ قراءت فاتحہ شروع کردے تو ہم اوسقدر قراءت کو منع نہین کرینگے جتنا کہ امام کی قراءت شروع ہونیسے پہلے مقتدی کرلیگا باقی دوسرا سکتہ سو

اوسکی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین تحریر فرماتے ہین فَاِنَّ
الظَّاهِرَ اَنَّهَا كَانَتْ لِلتَّلَفُّظِ بِاٰمِين عِنْدَ مَنْ يُسِرُّ بِهَا اَوْ سَكْتَةٌ لَطِيفَةٌ تَمْيِيزًا
بين الفاتحة وامين لئلا يشتبه غير القرآن بالقرآن عند من يجهر بها او سكتة
لطيفة ليرد الى القارى نفسه يعنى بيشك ظاہر يہى ہى كہ وہ آمين كہنے كے ليے تها اوس شخص كے
نزديك جو آمين آہستہ كہتا ہى يا ايك خفيف سكتہ تها واسطے تميز كرنے كے غير قرآن كو قرآن سے
اوس شخص كے نزديك جو آمين زور سے كہتا ہى يا ايك خفيف سكتہ تها اس ليے كہ قارى كا
دم ٹھكانے ہو پس ايسے سكتے مين كوئى قراءت فاتحہ كيا كريگا اور اگر كوئى شخص اس اثنا مين دو
ايك لفظ الحمد شريف كے پڑھ لے تو ہم منع بھى نہين كرتے اب ہم آيت كى بحث كو ختم كرتے ہين اور اس بات كا
انصاف چاہتے ہين كہ آيت مين تاويلين كون كرتا ہى اور ٹھيك ٹھيك اصلى معنى كون ليتا ہى اور
يہ بھى واضح ہو كہ ہمنے غير مقلدون كے اعتراضات كو اس تفصيل سے ذكر كيا ہى كہ بہت سے
غير مقلدون كو بھى اوسكى خبر نہو گى مگر پھر بھى وہ اعتراضات پادر ہوا ثابت ہوے اچھا اب آؤ
دیکھیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہی عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ
مَعِيَ اَحَدٌ مِنْكُمْ اٰنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ اِنِّي اَقُولُ مَالِي اُنَازِعُ
الْقُرْاٰنَ قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِيمَا يَجْهَرُ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ الصَّلٰوةِ بِالْقِرَاءَةِ حِينَ
سَمِعُوا ذٰلِكَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ترمذی شریف وموطای محمد

وابن ماجہ وابوداؤد ونسائی وقال الترمذی حسن (یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت ہی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز سے پھیرے جسمین قرات
آپنے زور سے فرمائی تھی پس کہا آپنے کیا تم لوگون مین سے کسینے میرے ساتھ قرات
کی ہی ایک شخص نے عرض کی ہان یارسول اللہ آپنے فرمایا کہ مین کہتا ہون مجھ سے کیون
تنازع کیا جاتا ہی قرآن مین راوی کہتا ہی کہ پس لوگ باز آئے قرارت کرنیسے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جہری مین جبکہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز جہری مین قرارت کرنا مقتدیون کا آنحضرت صلعم کو ناگوار
گذرا اور صحابہ نے قرارت کرنا بالکل چھوڑ دیا۔ اس حدیث کا جواب غیر مقلدون نے چند
طرح دیا ہی پہلا یہ فقرہ فانتہی الناس الخ یعنی لوگ قرارت سے باز آنے زہری کا
قول ہی جیسا کہ بہت سے محدثین نے لکھا ہی پس مرفوع نہوا لہذا یہ حدیث حجت نہوگی جواب
ہمارا استدلال تو قول زہری پر ہی نہیں ہمارا استدلال تو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
ہی یعنی مالی انازع القرآن پر جسکا صاف مطلب ہی کہ مقتدی کو قرارت نہین کرنا
چاہیے جیسا کہ ہم آگے ثابت کرینگے اور جسکے مطابق صحابہ نے قرارت کرنا چھوڑ دیا۔
دوسرا مقتدی آہستہ قرارت کرے گا پس اسوقت تنازع نہ واقع ہوگا۔ بلاغ المبین
والے حضرت ترمذی سے نقل کرتے ہین کہ اس آیت سے قرارت خلف الامام منع ہونا نہیں
نکلتا کیونکہ یہ روایت ابوہریرہ سے مروی ہی اور انھین نے جب اس حدیث کو روایت کیا تھا
کہ من صلی صلوة لم یقرأ فیها بام القرآن فھی خداج غیر تمام (ترجمہ

جو شخص ایسی نماز پڑھے کہ اوسمین الحمد للہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے۔ تو اونسے سوال ہوا کہ
امام کے پیچھے کیا کیا جاوے پس ابوہریرہ نے جواب دیا کہ اقرأ فی نفسك یعنی اپنے
جی مین پڑھو۔ تو معلوم ہوا کہ قرات خلف الامام منع نہین ہے کیون کہ اگر منع ہوتا تو ابوہریرہ
آہستہ پڑھنے کا حکم کیون دیتے۔ انھین بلاغ المبین کے متبع مجتہد العصر میان سلامت اللہ
جیراجپوری رسالہ میزان الحق کے صفحہ ۸ مین اس حدیث کا جواب دیتے ہین اور لکھتے
ہین یا کہ مقتدی آہستہ پڑھے گا کما قال ابوہریرة اقرأ بها فی نفسك یا فارسی رواہ مسلم
تو کسی طرح تنازع ثابت نہین ہوسکتا۔ جواب پہلے تو ہم منازعت کا لفظ جو حدیث مین وارد
ہے اونکے معنی لکھتے ہین پھر اصل جواب عرض کرین گے علامہ زرقانی اس حدیث کی شرح
مین لکھتے ہین قال ابو عبد الملك ای اذا جهرت بالقراءة فان قرأ نحو و رائی
فکانما تنازعونی فی القرآن الذی اقرأ ولکن انصتوا و قال الباجی و معنی
منازعتهم له ان لا یفردوه بالقراءة و یقرؤا معه (زرقانی شرح موطا جلد اول
مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶۱) یعنی کہا ابو عبد الملك نے مطلب ہے کہ جب مینے پڑھا زور سے پس
اگر تمنے میرے پیچھے پڑھا تو گویا جھگڑا کیا قرآن مین کہ جسکو مین پڑھتا ہون لیکن ہان چپکے
رہو تم لوگ اور کہا باجی نے منازعت کے معنی اونکے ساتھ یہ ہین کہ اونکو تنہا نہ پڑھنے دین
اور اونکے ساتھ خود بھی پڑھین پس جو معنی منازعت کے ہین وہ ہر حالت مین پائے
جاتے ہان خواہ مقتدی زور سے پڑھے خواہ آہستہ سے جیسا کہ ابو عبد الملك و علامہ
باجی سے مذکور ہوا اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے قطعاً قرات کرنا نماز جہری مین چھوڑ دیا

تو آہستہ پڑھتے تھے نہ زور سے اور اگر زور سے پڑھنا صرف منع ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ سے یہ فرماتے کہ تم لوگ بالکل قرارت مت چھوڑو بلکہ آہستہ پڑھا کرو اور قاضی ابن عبد البر کی سند سے علامہ زرقانی لکھتے ہین وعموم الحدیث یقتضی ان لا یجوز القراءة مع الامام اذا جهر بام القرآن ولا غيرها (زرقانی شرح موطا جلد اول صفحہ ۱۶۲) یعنی عموم حدیث اس بات کو چاہتا ہی کہ قرارت کرنا امام کے ساتھ ناجائز ہی جب امام زور سے قرارت کرے نہ الحمد پڑھنا جائز ہی نہ دوسری چیز پس جب ثابت ہوا کہ مطلب حدیث کا یہی ہے کہ مقتدی کو کسی طرح پر پڑھنا نچاہیے تو قول ابو ہریرہ کا جواب سنو۔ یہ قول ابو ہریرہ کا کہ اپنے جی مین پڑھو اوسوقت کا ہی جب اُنھون نے یہ حدیث روایت کی تھی من صلی صلوة الخ اور یہ حدیث جو مناقعت کی ہمنے نقل کی ہی اوسوقت ابو ہریرہ نے یہ نہین فرمایا تھا پس دوسری حدیث کے مطلب کو جو حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا تھا اس حدیث مین ملانا بالکل تاویل ہی قطع نظر اسکے بہت سے صحابہ نے جو مطلب حدیث کا سمجھا اور جسکی بنا پر مطلق قرارت کو ترک کر دیا اوسکو ہم لین یا ایک ابو ہریرہ کے قول کو اور ہم یہ بھی مسلم نہین کہ قرارت فی النفس آہستہ پڑھنے کو کہتے ہین کیونکہ بہت سے علما یہ بھی معنی لیتے ہین کہ نفس مین قرارت کرو یعنی امام جو پڑھے اوسکو غور کرو اور سوچو چنانچہ عیسی ابن نافع سے یہ قول علامہ زرقانی نے نقل کیا ہی کہ مراد دل سے سوچنا ہی بغیر اسکے کہ زبان سے پڑھے باقی اس قول پر یہ اعتراض کہ غور کرنیکو قرارت نہین کہہ سکتے صحیح نہین کیونکہ عام طور پر قرات عمین کہین مگر قرارت نفسی تو یہ کہہ سکتے ہین جسطرح سے سوچنے کو اردو محاورہ مین کہتے ہین کہ دل ہی دل مین باتین کرتا ہی غرض حدیث سے

جو حکم صاف طور سے نکلتا ہی اوسمین تاویلات سے کارروائی کرنا غیر مقلد گوارا کرین تو کرین مگر ہم تو پسند
نہین کرتے **تتمہ** اگر مقتدی امام کے سکتے مین قرارت فاتحہ کرے گا تو تنازع نہ واقع ہوگا میان
سلامت اللہ نے میزان الحق مین تنازع کو یون ہی رفع کیا ہی اور اسپر ایک حدیث کشف الغمہ
سے جسمین اکثر ضعیف اور بے سند حدیثین مذکور ہین نقل کی ہی جسکا ترجمہ یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو امام رکھتا ہو وہ امام کے سکتات مین پڑھے **جواب** ہر چند اس اعتراض کا
جواب تو آیت کی بحث مین گذر چکا اور وہان ثابت ہوا کہ سکتے مین قرارت غیر ممکن ہی یعنی
فاتحہ بطور وجوب ادا نہین ہو سکتا مگر ہمکو اپنے مجتہد باطل میان سلامت اللہ سے یہ پوچھنا ہی کہ کیون
صاحب اگر کشف الغمہ والی حدیث آپکے نزدیک صحیح ہی تو پھر قرارت فاتحہ کو واجب کیون
کہتے ہو کیونکہ حدیث سے تو ثابت ہوا کہ سکتے مین پڑھو اور سکتہ کچھ امام پر تو واجب ہی نہین
پھر آپ قرارت فاتحہ جسکو واجب بتاتے ہین کیونکر ادا کیجیے گا ہمارے مجتہد صاحب ابھی تو بلوغت
رسیدہ ہین اسواسطے ایسی غلطی کا مضایقہ نہین **شعر** ہنوز طفلی و از نوش و نیش بیخبری ٭
ز عشق ماچہ کہ از حسن خویش بیخبری ٭ خیر اب دوسری حدیث سنیے عن ابی هریرة عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما جعل الامام لیوتم به فاذا کبر فکبروا واذا
قرأ فانصتوا (رواہ ابوداود والنسائی) یعنی ابوہریرہ نے آنحضرت صلعم سے روایت
کی ہی کہ فرمایا آپنے امام اس لیے بنایا گیا ہی کہ تم لوگ اوسکی اقتدا کرو پس جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر
کہو اور جب وہ پڑھے تو چپکے رہو۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ مقتدی کو کسی نماز مین
خواہ وہ سری ہو خواہ جہری امام کے پیچھے کچھ نہین پڑھنا چاہیے اور چپ رہنا چاہیے۔

اس حدیث سے اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کے مطلب کی کافی توضیح ہو جاتی ہے جیسا کہ سابقاً قاضی ابن عبد البر کے قول سے بحوالہ زرقانی ثابت ہوا اس حدیث کے معنی چونکہ صاف صاف حنفیوں کے مدعا پر دلالت کرتے ہیں اسواسطے حضرات غیر مقلدین اوسکے ضعیف ثابت کرنے پر آمادہ ہوے چنانچہ میاں محی الدین نے بلاغ المبین میں اور اونھیں کے ہم سبق مولوی سلامت اللہ نے میزان الحق میں ابوداود سے نقل کیا ہے کہ یہ فقرہ حدیث کا وہم ہے واذا قرأ فانصتوا اور یہ وہم ابو خالد سے ہوا ہے ہمارے مجتہد العصر صاحبوں کی یہیں تک رسائی تھی اونکو ایک ابوداود ہی کا قول غنیمت معلوم ہوا اچھا ہم اونکو اور محدثین کے اقوال بھی بتاتے ہیں بیہقی نے سنن کبیر میں یحیی بن معین اور ابو حاتم رازی اور دارقطنی اور حافظ ابو علی نیشاپوری سے نقل کیا ہے کہ یہ فقرہ واذا قرأ فانصتوا محفوظ نہیں ہے اور کہا ابو علی نے یہ فقرہ مذکور صحیح اور محفوظ نہیں اسمیں سلیمان تیمی نے اصحاب قتادہ سے مخالفت کی ہے (دیکھو نووی شرح صحیح مسلم جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸) اب تو ہمارے حضرات غیر مقلدین بہت خوش ہو جائینگے کہ یہ فقرہ ضعیف ثابت ہو گیا مگر اونکو جواب سننا چاہیے واضح ہو کہ اصل اعتراض دو امر پر مبنی ہے ایک یہ کہ ابو خالد نے وہم کیا ہے اور دوسرا یہ کہ سلیمان تیمی نے اور اصحاب قتادہ سے مخالفت کی ہے یعنی یہ فقرہ قتادہ سے اور اصحاب نے روایت نہیں کیا ہے سو امر اول کا جواب تو یہ ہے کہ ابو خالد احمر وہ شخص ہے جس سے بخاری و مسلم سند لیتے ہیں چنانچہ حافظ منذری نے اپنے مختصر میں ابوداود پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے وهذا فيه نظر فان ابا خالد الاحمر

هذا هو سلیمان بن حیان وهو من الثقات الذی احتج بهم البخاری
ومسلم ومع هذا لم ینفرد بهذه الزیادة بل تابعه علیها ابو سعید محمد بن سعد الانصاری
(دیکھو بنایہ مطبوعہ نولکشوری صفحہ ۱۱۷) یعنی ابوداود کے قول مین بحث ہے کیونکہ ابو خالد احمر
یہ وہی سلیمان بن حیان ہے اور وہ ایسا ثقہ ہے کہ بخاری ومسلم نے اوس سے استدلال کیا ہے اور
پھر وہ اکیلا بھی نہین ہے اس فقرے کے بڑھانے مین بلکہ اوسکی متابعت کی ہے ابو سعید محمد
بن سعد انصاری نے اور علامہ ماردینی الجوہر النقی مین ابو خالد احمر کو ثقہ اور مستند ثابت
کرکے لکھتے ہین وبهذا یظهر ان الوهم لیس من ابی خالد کما زعم ابو داود
یعنی اس سے ظاہر ہوا کہ وہم ابو خالد سے نہین ہوا ہے جیسا کہ ابو داود کو شبہہ ہوا۔ باقی امر ثانی کی یہ
کیفیت ہے کہ سلیمان تیمی نے سبکی مخالفت بھی نہین کی الجوہر النقی مین ہے وقد تابعه
علی روایته سعید بن ابی عروبة وعمرو بن عامر فرواه عن قتادة کذلک
اخرجه البیهقی من حدیث سالم بن نوح عنهما فبطل قول ابی علی خالف
اصحاب قتادة کلهم یعنی سلیمان تیمی کی روایت پر متابعت کی ہے سعید بن ابی عروبہ
وعمرو بن عامر نے بھی اسیطرح قتادہ سے روایت کی ہے نکالا اوسکو بیہقی نے سالم بن
نوح کی حدیث سے اون دونون سے پس باطل ہوا ابو علی کا یہ قول کہ سلیمان نے سب اصحاب قتادہ
سے مخالفت کی ہے اب ہم حدیث کی صحت اور دوسری قوی دلیلون سے ثابت کرتے ہین
مسلم شریف مین اس فقرے کی نسبت لکھا ہے عندی صحیح یعنی یہ فقرہ میرے نزدیک
صحیح ہے (دیکھو مسلم شریف مع نووی مطبوعہ مصر جلد ثانی صفحہ ۴۳) اور یہ مسلم ہوچکا کہ جس حدیث کے

نہ آہستہ پڑھتے تھے نہ زور سے لیکن اگر زور سے پڑھنا صرف منع ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ
سے یہ فرماتے کہ تم لوگ بالکل قرارت مت چھوڑو بلکہ آہستہ پڑھا کرو اور قاضی ابن عبد البر
کی سند سے علامۂ زرقانی لکھتے ہین وعموم الحدیث یقتضی ان لا یجوز القراءة
مع الامام اذا جهر بام القرآن ولا غيرها (زرقانی شرح موطا جلد اول صفحہ ۱۶۲)
یعنی عموم حدیث اس بات کو چاہتا ہی کہ قرارت کرنا امام کے ساتھ نا جائز ہی جب امام زور سے
قرارت کرے نہ الحمد سد پڑھنا جائز ہی نہ دوسری چیز پس جب ثابت ہوا کہ مطلب حدیث کا یہی
کہ مقتدی کو کسی طرح پر پڑھنا نچاہیے تو قول ابو ہریرہ کا جواب سنو - یہ قول ابو ہریرہ کا کہ اپنے
جی مین پڑھو اوسوقت کا ہی جب اُنھون نے یہ حدیث روایت کی تھی من صلی صلوۃ
الخ اور یہ حدیث جو منازعت کی ہینے نقل کی ہی اوسوقت ابو ہریرہ نے یہ نہین فرمایا تھا پس دوسری
حدیث کے مطلب کو جو حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا تھا اس حدیث مین ملانا بالکل تاویل ہی
قطع نظر اسکے بہت سے صحابہ نے جو مطلب حدیث کا سمجھا اور جسکی بنا پر مطلق قرارت کو ترک
کردیا اوسکو ہم لین یا ایک ابو ہریرہ کے قول کو اھ ہم یہ بھی مسلم نہین کہ قرارت فی النفس آہستہ
پڑھنے کو کہتے ہین کیونکہ بہت سے علما یہ بھی معنی لیتے ہین کہ نفس مین قرارت کر یعنی امام
جو پڑھے اوسکو غور کرو اور سوچو چنانچہ عیسی ابن نافع سے یہ قول علامۂ زرقانی نے
نقل کیا ہی کہ مراد دل سے سوچنا ہی بغیر اسکے کہ زبان سے پڑھے باقی اس قول پر یہ اعتراض کہ غور
کرنیکو قرارت نہین کہہ سکتے صحیح نہین کیونکہ عام طور پر قرارت ہمیشہ کہین مگر قرارت نفسی تو کہہ سکتے
ہین جسطرح سے سوچنے کو اردو محاورہ مین کہتے ہین کہ دل ہی دل مین باتین کرتا ہی غرض حدیث سے

جو حکم صاف طور سے نکلتا ہی اوسمین تاویلات سے کارسوائی کرنا غیر مقلد گوارا کرین تو کرین مگر ہم تو پسند
نہین کرتے تتمیم اگر مقتدی امام کے سکتے مین قرات فاتحہ کرے گا تو تنازع نہ واقع ہوگا میان
سلامت اللہ نے میزان الحق مین تنازع کو یون ہی رفع کیا ہی اور اسپر ایک حدیث کشف الغمہ
سے جسمین اکثر ضعیف اور بے سند حدیثین مذکور ہین نقل کی ہی جسکا ترجمہ یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو امام رکھتا ہو وہ امام کے سکتات مین پڑھے **جواب** ہرچند اس اعتراض کا
جواب تو آیت کی بحث مین گذر چکا اور وہان ثابت ہوا کہ سکتے مین قرات غیر ممکن ہی یعنی
فاتحہ بطور وجوب ادا نہین ہوسکتا مگر ہمکو اپنے مجتہد باطل میان سلامت اللہ سے یہ پوچھنا ہی کہ کیون
صاحب اگر کشف الغمہ والی حدیث آپکے نزدیک صحیح ہی تو پھر قرات فاتحہ کو واجب کیون
کہتے ہو کیونکہ حدیث سے تو ثابت ہوا کہ سکتے مین پڑھو اور سکتہ کچھ امام پر تو واجب ہی نہین
پھر آپ قرات فاتحہ جسکو واجب بتاتے ہین کیونکر ادا کیجیے گا ہمارے مجتہد صاحب ابھی تو بدولت
رسیدہ ہین اسواسطے ایسی غلطی کا مضایقہ نہین **شعر** ہنوز طفلی و از نوش و نیش بیخبری *
ز عشق ما چہ کہ از حسن خویش بیخبری * خیر اب دوسری حدیث سنیے عن ابی هریرة عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما جعل الامام لیوتم به فاذا کبر فکبروا واذا
قرأ فانصتوا (رواہ ابوداود والنسائی) یعنی ابوہریرہ نے آنحضرت صلعم سے روایت
کی ہی کہ فرمایا آپنے امام اس لیے بنایا گیا ہی کہ تم لوگ اوسکی اقتدا کرو پس جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر
کہو اور جب وہ پڑھے تو چپکے رہو۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ مقتدی کو کسی نماز مین
خواہ وہ سری ہو خواہ جہری امام کے پیچھے کچھ نہین پڑھنا چاہیے اور چپ رہنا چاہیے۔

اس حدیث سے اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کے مطلب کی کافی توضیح
ہو جاتی ہے جیسا کہ سابقا قاضی ابن عبد البر کے قول سے بحوالہ زرقانی ثابت ہوا
اس حدیث کے معنی چونکہ صاف صاف حنفیون کے مدعا پر دلالت کرتے ہین اسواسطے حضرات
غیر مقلدین اوسکے ضعیف ثابت کرنے پر آمادہ ہوے چنانچہ میان محی الدین نے
بلاغ المبین مین اور اونھین کے ہم سبق مولوی سلامت اللہ نے میزان الحق
مین ابوداود سے نقل کیا ہے کہ یہ فقرہ حدیث کا وہم ہے واذا قرأ فانصتوا اور یہ وہم
ابوخالد سے ہوا ہے ہمارے مجتہد العصر صاحبون کی یہین تک رسائی تھی اونکو ایک ابوداود
ہی کا قول غنیمت معلوم ہوا اچھا ہم اونکو اور محدثین کے اقوال بھی بتاتے ہین بیہقی نے
سنن کبیر مین یحیی بن معین اور ابوحاتم رازی اور دارقطنی اور حافظ ابوعلی نیشاپوری
سے نقل کیا ہے کہ یہ فقرہ واذا قرأ فانصتوا محفوظ نہین اور کہا ابوعلی نے یہ فقرہ مذکور صحیح
اور محفوظ نہین اسمین سلیمان تیمی نے اصحاب قتادہ سے مخالفت کی ہے (دیکھو نووی شرح
صحیح مسلم جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵) اب تو ہمارے حضرات غیر مقلدین بہت خوش ہو جاینگے
کہ یہ فقرہ ضعیف ثابت ہو گیا مگر اونکو جواب سننا چاہیے واضح ہو کہ اصل اعتراض دو امر پر
مبنی ہے ایک یہ کہ ابوخالد نے وہم کیا ہے اور دوسرا یہ کہ سلیمان تیمی نے اور اصحاب قتادہ سے
مخالفت کی ہے یعنی یہ فقرہ قتادہ کے اور اصحاب نے روایت نہین کیا ہے سو امر اول کا جواب تو یہ ہے کہ
ابوخالد الاحمر وہ شخص ہے جس سے بخاری و مسلم سند لیتے ہین چنانچہ حافظ منذری نے اپنے
مختصر مین ابوداود پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے وهذا فيه نظر فان ابا خالد الاحمر

هذا هو سلیمان بن حبان وهو من الثقات الذی احتج بهم البخاری
ومسلم ومع هذا لم ینفرد بهذه الزیادة بل تابعه علیها ابو سعید محمد بن سعد الانصاری
(دیکھو بنایہ مطبوعہ نول کشوری صفحہ ۱۷۱) یعنی ابو داؤد کے قول میں بحث ہی کیونکہ ابو خالد احمر
یہ وہی سلیمان بن حبان ہی اور وہ ایسا ثقہ ہی کہ بخاری ومسلم نے اوس سے استدلال کیا ہی اور
پھر وہ اکیلا بھی نہیں ہی اس فقرے کے بڑھانے میں بلکہ اوسکی متابعت کی ہی ابو سعید محمد
بن سعد انصاری نے اور علامہ ماردینی الجوہر النقی میں ابو خالد احمر کو ثقہ اور مستند ثابت
کرکے لکھتے ہیں وبهذا یظهر ان الوهم لیس من ابی خالد کما زعم ابو داؤد
یعنی اس سے ظاہر ہوا کہ وہم ابو خالد سے نہیں ہوا ہی جیسا کہ ابو داود کو شبہہ ہوا۔ باقی امر ثانی کی یہ
کیفیت ہی کہ سلیمان تیمی نے سبکی مخالفت بھی نہیں کی الجوہر النقی میں ہی وقد تابعه
علی روایته سعید بن ابی عروبة وعمرو بن عامر فرواه عن قتادة کذلک
اخرجه البیهقی من حدیث سالم بن نوح عنهما فبطل قول ابی علی خالف
اصحاب قتادة کلهم یعنی سلیمان تیمی کی روایت پر متابعت کی ہی سعید بن ابی عروبہ
وعمرو بن عامر نے بھی اسیطرح قتادہ سے روایت کی ہی نکالا اوسکو بیہقی نے سالم بن
نوح کی حدیث سے اون دونوں سے پس باطل ہوا ابو علی کا یہ قول کہ سلیمان نے سب اصحاب قتادہ
سے مخالفت کی ہی اب ہم حدیث کی صحت اور دوسری قوی دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں

دلیل اول

مسلم شریف میں اس فقرے کی نسبت لکھا ہی عندی صحیح یعنی یہ فقرہ میرے نزدیک
صحیح ہی (دیکھو مسلم شریف مع نووی مطبوعہ مصر جلد ثانی صفحہ ۲۹) اور یہ مسلم ہو چکا کہ جس حدیث کو

فی الاحکام قد روی عنہ اھل النقل وقبلوہ واحتجوا بہ یعنی کہا ساجی نے کہ وہ
سچے ہین اور دلیل ہین احکام مین روایت کی اونسے نقل والون نے اور قبول کیا اونکو اور حجت پکڑی ہے
اونسے غرض یہ دونون طریقے صحیح اور معتمد ہین اسیواسطے پہلے طریقے کو علامہ ابن الہمام لکھتے
ہین واسنادہ حدیث جابر الاول صحیح علی شرط الشیخین یعنی جابر کی پہلی حدیث کی
اسناد صحیح ہے بخاری ومسلم کی شرط پر ہے اور طریقہ ثانی کی نسبت الجوہر النقی مین ہے ھذا
سند صحیح یعنی یہ سند صحیح ہے بیان ابھی حضرات غیر مقلدین مطابق حدیث مین جب کوئی تصرف
نکرسکے تو حدیث کو ضعیف ثابت کرنے پر آمادہ ہوے اونکے اعتراض کی تفصیل یہ ہے کہ اس حدیث
کو دارقطنی نے بہت طریقون سے روایت کیا ہے اور ہر طریقے کو ضعیف لکھا ہے چنانچہ منتقی الاخبار
مین ہے کہ اس حدیث کے سب طریقون کو دارقطنی نے ضعیف ثابت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے
بھی تلخیص مین لکھا ہے کہ اسکے سب طریقے معلول اور ضعیف ہین اور بیہقی نے لکھا ہے کہ حدیث مرفوعا
نہین ثابت ہے البتہ مرسلا ثابت ہے جواب اصل یہ ہے کہ دارقطنی نے سب
طریقون کو مفصلاً ضعیف لکھا ہے پس اصل ضعیف کرنیوالا دارقطنی ہے اور باقی
حضرات اوسیکی سند لاتے ہین یا وہی وجہ ضعیف بیان کرتے ہین جو دارقطنی نے
ذکر کی ہے پس آؤ دیکھین کہ وہ طریقہ جو موطا سے منقول ہوا اوسکو
دارقطنی نے کیون ضعیف لکھا ہے دارقطنی اس طریقے کی نسبت لکھتے ہین کہ وھذا الحدیث
لم یسندہ عن جابر بن عبد اللہ غیر ابی حنیفة والحسن بن عمارة وھما ضعیفان وقد
رواہ سفیان الثوری وابو الاحوص وشعبة واسرائیل وشریک وابو خالد وسفیان

ابن عیینۃ وغیرھم عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا وھو الصواب اب اس عبارت مین دارقطنی نے
دو وجہ ضعف حدیث کی بیان کی ایک یہ کہ اس حدیث کو جابر بن عبد اللہ کی سند سے بجز
ابو حنیفہ اور حسن بن عمارہ کے اور کسی نے نہین بیان کیا اور ابو حنیفہ و حسن ضعیف
ہین سو یہ وجہ ضعف تو ایسی ہے کہ خود دارقطنی پر اعتماد باقی نہین رہتا کیا معنی کہ امام ابو حنیفہ
صاحب کو ضعیف کہنا کتنی بڑی غلطی ہے اسیوجہ سے علما نے صاف لکھا ہے کہ دارقطنی کی یہ
نہایت بے ادبی ہے اور بیباکی ہے چنانچہ علامۂ بدر الدین عینی اور علامۂ ابن الہمام اور
عبد العلی بحر العلوم و دیگر علما نے دارقطنی کی گرفت کی ہے افسوس کہ یہ رسالہ مختصر لکھنا منظور
ہے ورنہ ہم فضائل امام اور اونکا ثقہ اور عادل ہونا بہت سی کتابون سے ثابت کرتے ناظرین کو چاہیے کہ
تبییض الصحیفہ مصنفۂ حافظ جلال الدین سیوطی و تاریخ ابن خلکان اور
خیرات الحسان و احیاء العلوم کیطرف رجوع کرین اور فضائل امام کو ملاحظہ فرماوین
یہ بھی واضح ہو کہ ایسے امامون کی شان مین اس قسم کے اعتراضات سے کچھ خلل نہین پڑتا
ورنہ کسی امام پر اعتبار نرہے یحیی بن معین نے امام شافعی کی نسبت اور شعبی نے
امام نخعی پر اور ابن ابی ذویب نے امام مالک پر جرح و قدح کی ہے مگر اس سے اون حضرات کا
ضعیف الروایہ ہونا ثابت نہین ہوتا پس ظاہر ہوا کہ یہ وجہ ضعف حدیث کی ہرگز صحیح
نہین ہوسکتی باقی دوسری وجہ ضعف کی دارقطنی نے یہ بیان کی ہے کہ اس حدیث کو سفیان
ثوری و ابو الاحوص و شعبہ و اسرائیل و شریک و ابو خالد وغیرہم نے مرسلا روایت کیا ہے

مرفوعاً بیں یہ حدیث مرفوع نہو گی مگر یہ اعتراض بھی بالکل بے بحبر ہے چنانچہ علامۂ ابن الہمام نے اس حدیث کا اور
طریقوں سے مرفوعاً مروی ہونا ثابت کر کے لکھا ہے فھؤلاء سفیان وشریك وجریر وابو الزبیر رفعوه
بالطرق الصحیحة فیبطل عدھو فیمن لم یرفعه یعنی ان لوگون نے سفیان و شریک و جریر و ابو الزبیر نے اس
حدیث کو صحیح طریقوں سے مرفوع روایت کیا ہے پس ان لوگوں کا اونمیں شمار کرنا جنھوں نے رفع نہیں
کیا ہے باطل ہے دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۱۳۹ غرض اولاً تو امام ابو حنیفہ صاحبؒ کے سوا بھی دوسرے
راویوں نے اس حدیث کو مرفوع روایت کیا ہے چنانچہ دوسرا طریقہ جو ہمنے مصنف ابن ابی
شیبہ سے نقل کیا مرفوع ہے اور امام ابن الہمام نے بھی وہ طریقے نقل کیے ثانیاً دوسرے راویوں
نے نہ بھی روایت کی ہوتی تو بھی صرف امام ابو حنیفہ صاحبؒ کا روایت کرنا کافی تھا واضح ہو
کہ غیر مقلدین زبانی دعوا عدم تقلید کا کرتے ہین ورنہ دراصل ان سے زیادہ مقلد کوئی نہیں ایک
ذرا کسی سے سن پایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو پھر اب تحقیق سے انکو کچھ غرض نہیں ہے نہ دیکھتے ہین
کہ فی الواقع بھی وجہ ضعف پائی جاتی ہے یا نہیں — اب ہم غیر مقلدوں کی طرف سے جو حدیثیں پیش ہین
اونکا ذکر کرین گے اور تحقیق و تدقیق کے مراتب طے کرین گے واضح ہو کہ جو حدیثیں غیر مقلدوں کی
طرف سے پیش ہین وہ دو قسم کی ہین ایک وہ جنمین عام طور سے وجوب قرارت فاتحہ کا ذکر ہے
مثلاً یہ حدیثیں لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب یعنی اوسکی نماز نہیں
ہوتی جو الحمد للہ نہ پڑھے یا یہ حدیث من صلی صلوٰة لم یقرأ فیها بام القرآن فهی خداج
تو ایسی حدیثیں صحیح اور ہمکو تسلیم ہیں مگر اس سے اونکا مدعا نہیں ثابت ہوتا کیونکہ تو ہم بھی کہتے ہین کہ قرارت فاتحہ ہر شخص کو
چاہیے مگر ہمکو رسول اللہ صلعم نے بتا دیا کہ جو شخص مقتدی ہو اوسکی قرارت یہی ہے کہ امام قرارت کرتا ہے پس مقتدی

بھی قراءت کرتا ہی مگر اوس طور پر کہ اوسکے لیے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا یعنی امام کی قراءت سے نہ خاص اپنی قراءت سے چنانچہ جابر بن عبد اللہ
صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و امام احمد بن حنبل و دیگر علما نے بھی یہی سمجھا ہی ترمذی
شریف میں ہی و اما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر
بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون
وراء الامام قال احمد فهذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تأول
قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب ان هذا
اذا کان وحدہ یعنی لیکن امام احمد بن حنبل نے پس کہا کہ اس قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے معنی لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب یعنی اوسکی نماز نہیں ہوتی جو الحمد نہ پڑھے
یہ ہین کہ جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے (یعنی مقتدی کو خود قراءت کرنا ضروری نہیں ہی) اور استدلال
کیا حدیث جابر سے کہ کہا اونھون نے جو شخص کوئی رکعت بغیر الحمد للہ کے پڑھے تو نماز نہ ہوگی
مگر جب کہ وہ امام کے پیچھے ہو کہا امام احمد بن حنبل نے یہ ین یعنی جابر بن عبد اللہ ایک صحابی ہیں رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے مطلب نکالا آنحضرت کی حدیث لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب کا کہ یہ جب ہی کہ پڑھنے والا
تنہا ہو اور حضرت عبد اللہ بن عمر سے جو بڑے صحابی اور نہایت متبع سنت تھے جب سوال ہوا کہ قراءت
خلف الامام میں آپ کیا فرماتے ہیں تو آپ نے کہا تکفیک قراءة الامام یعنی تجھکو امام کا پڑھنا کافی ہی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود
نے بھی یہی جواب دیا کہ یکفیک ذلک الامام یعنی اسکے لیے امام کافی ہی دیکھو موطا امام محمد صفحہ ۹۸ و ۹۹ اور مقتدی کو

خاص کرکے جب خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ اوسکو امام کی قراءت کافی ہی تو اس حدیث کا جو غیر مقلدون کیطرف سے پیش ہی مطلب بھی ظاہر و واضح ہوگیا۔ اور زیادہ تر توضیح اوس مطلب کی اقوال صحابہ سے ہوگئی اب رہی وہ حدیث جسمین بتصریح قراءت فاتحہ کا حکم مقتدی کے لیے وارد ہی وہ یہ ہی عن عبادۃ بن الصامت قال صلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ القراءۃ فلما انصرف قال انی اراکم تقرؤن وراء امامکم قال قلنا یا رسول اللہ ای واللہ قال لاتفعلوا الا بام القرآن فانہ لاصلوۃ لمن لم یقرأ بہا (ترمذی شریف) یعنی عبادہ سے روایت ہی کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی پس گران ہوا آپ پر پڑھنا پس جب پھرے آپ تو فرمایا کہ مین دیکھتا ہون کہ تم لوگ امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو کہا عبادہ نے پس کہا ہم لوگون نے ہان بخدا اے رسول اللہ آپنے فرمایا کہ نہ پڑھو مگر الحمد للہ کیون کہ بے اوسکے نماز نہین ہوتی۔ اور اس حدیث کو ترمذی نے حسن لکھا ہی اور دارقطنی نے کہا کہ اسناد اسکی اچھی ہی اور رجال اسکے ثقات ہین اور خطابی نے کہا اسناد اسکی عمدہ ہی اور کہا حاکم نے اسناد اسکی مستقیم ہی واضح ہو کہ اس حدیث کو بہت سے علما نے صحیح بھی لکھا ہی اور بہتون نے ضعیف چنانچہ علامہ زیلعی لکھتے ہین ضعفہ احمد و جماعۃ (دلیل قوی) یعنی اس حدیث کو ضعیف کہا ہی امام احمد بن حنبل اور ایک گروہ نے اور یحیی بن معین نے کہا ہی کہ اس حدیث کا جملہ استثنائیہ صحیح نہین (دلیل قوی) تو ایسی حالت مین ہمکو خود بھی تحقیق کرنا چاہیے اور اصول حدیث پر عمل کرنا چاہیے اور یہ بھی واضح ہو کہ اس حدیث مین اختلاف کی وجہ یہ ہی کہ اسکے طریقے مین محمد بن اسحق بن یسار واقع ہی چنانچہ ترمذی سے یہ حدیث جو منقول ہوئی اور جسکو ترمذی نے حسن لکھا ہی

اوسمین بھی یہی محمد بن اسحٰق واقع ہی اور محمد بن اسحٰق خود مختلف فیہ ہی بعض لوگ کہ اوسکو ثقہ اور
عادل خیال کرتے ہین یعنی ترمذی و دارقطنی و خطابی وغیرہ وہ لوگ حدیث کو بھی صحیح کہتے
ہین اور جو لوگ محمد بن اسحٰق کو ضعیف اور غیر مستند جانتے ہین وہ حدیث کو بھی ضعیف کہتے
ہین بس آؤ دیکھین کہ محمد بن اسحٰق خود کیسا ہی اور اصول حدیث کے مطابق قابل سند ہی یا نہین
پس واضح ہو کہ یحیی قطان نے جنکو سارے اہل حدیث نے قابل سند تسلیم کیا ہی یون لکھا ہی کہ جسکو یحیی قطان چھوڑ دین گے ہم لوگ بھی اوسکو چھوڑ دین گے محمد بن اسحاق کی نسبت لکھا ہی کہ اشھد ان محمد بن اسحٰق کذاب میزان الاعتدال یعنی مین
اس بات کی گواہی دیتا ہون کہ محمد بن اسحاق بڑا جھوٹا ہی اور اسیطرح سے سلیمان تیمی نے
اوسکو کذاب لکھا ہی اگرچہ امام مالک نے بھی اوسکو دجال لکھا ہی کما فی میزان الاعتدال اور
دارقطنی نے کہا اوسکے ساتھ حجت پکڑنا نہین ہوسکتا اور نسائی نے کہا کہ قوی نہین ہی
(دیکھو عبد العلی بر سلم نول کشوری صفحہ ۱۴۴) مگر ہم صرف یحیی قطان سے دلیل لاتے ہین
کیونکہ اونکا جرح مفسر ہی اور یہ قواعد حدیث مین سے ہی کہ جب کسی شخص کو چند آدمی عادل
اور ثقہ کہین اور چند آدمی اوسکو ضعیف اور ناقابل استناد کہین تو اگر کوئی شخص عارف
بالاسباب اور مستند بوجہ تفصیلی ضعیف کہتا ہی تو اعتبار ضعف کا ہوگا قال الحافظ بن
حجر فی شرح نخبۃ الفکر والجرح مقدم علی التعدیل واطلق ذلک جماعۃ
ولکن محلہ ان صدر مبینا من عارف باسبابہ لانہ ان کان غیر مفسر
لم یقدح فیمن ثبت عدالتہ وان صدر من غیر عارف بالاسباب
لم یعتبر بہ ایضا یعنی کہا حافظ ابن حجر نے شرح نخبۃ الفکر مین کہ جرح مقدم ہی

تعدیل پر یعنی جب کسی آدمی کو چند آدمی اچھا اور مستند کہین اور چند لوگ اوسکو برا اور ناقابل
اعتبار بتاوین تو مقدم یہی سکھا جاوے گا کہ وہ ناقابل اعتبار ہی اور عام رکھا ہی اس بات
کو ایک جماعت نے لیکن اسکا موقع یہ ہی کہ جب وہ جرح مفسر ہو اوس شخص کا جو اسباب
جرح کا پرکھنے والا ہی کیونکہ اگر مفسر نہوگا تو اوس شخص کے لیے کچھ مضر نہوگا جسکی عدالت ثابت
ہوچکی ہی اور اگر ایسے شخص سے وہ جرح صادر ہو جو اسباب جرح کو نہین جانتا تو اس جرح کا بھی
اعتبار نہوگا اور یہ مسلم ہی کہ یحیی قطان اسباب جرح کا بڑا واقف ہی چنانچہ تہذیب التہذیب
مین ہی قال ابراهیم بن محمد التیمی ما رایت اعلم بالرجال من یحیی القطان
یعنی کہا ابراہیم تیمی نے کہ مینے کسیکو یحیی قطان سے زیادہ رجال کا واقف نہین دیکھا اور نیز
اوسی مین ہی کہ امام احمد نے کہا کہ بخدا ہمنے یحیی قطان کا مثل نہین دیکھا۔ اور یہ بھی مسلم ہی
کہ کذاب کا لفظ جرح مفسر ہی پس محمد بن اسحق لامحالہ ضعیف اور ناقابل اعتبار ہوگا۔
قطع نظر اسکے محمد بن اسحق مدلس ہی مدلس ہونا حدیث کی روایت مین ایک خاص قسم کا عیب ہی
چنانچہ تقریب کے صفحہ ۲۱۵ مین بھی اوسکو مدلس لکھا ہی اور علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہین
وفی حدیث عبادة محمد بن اسحق بن یسار وهو مدلس قال النووی
لیس فیه الا التدلیس (بنایہ جلد اول صفحہ ۷۱۱) یعنی حدیث عبادہ مین محمد بن
اسحق بن یسار ہی اور وہ مدلس ہی کہا نووی نے اوسمین نہین ہی مگر تدلیس اور یہ بھی مسلم ہی
کہ مدلس جب لفظ عن سے روایت کرے تو وہ روایت متصل نہین سمجھی جاوے گی اور یہ
روایت جو محمد بن اسحق سے ترمذی وغیرہ مین مذکور ہی اوسمین محمد بن اسحق نے لفظ

عن سے روایت کی ہے پس یہ روایت ضرور منقطع ہوگی اور قابل حجت نہوگی چنانچہ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں قلنا المدلس اذا قال عن فلان لا یحتج بحدیثہ عند جمیع المحدثین مع انہ قد کذبہ مالک وضعفہ احمد وقال لا یصح الحدیث عنہ وقال ابو زرعۃ الرازی لا یقضی لہ بشیٔ (بنایہ جلد اول صفحہ ۱۷۱) یعنی کہتے ہیں ہم کہ مدلس جب عن فلان کہے تو اوسکی حدیث حجت نہوگی محدثون کے نزدیک باینہمہ کہ اوسکو (یعنی محمد بن اسحٰق کو) مالک نے جھوٹا کہا ہے اور امام احمد نے ضعیف بیان کیا ہے اور کہا کہ اوس سے حدیث کرنا صحیح نہیں اور کہا ابو زرعہ رازی نے کہ اوسکی کسی شی کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہے وجہ ہے کہ ابن الملقن نے جب دیکھا کہ اس حدیث کو خطابی وغیرہ صحیح بتاتے ہیں اور محمد بن اسحٰق بھی روایت میں موجود ہے تو خود اعتراض کرکے ایک جواب تاویلی ناقابل اعتبار دیا چنانچہ لکھتے ہیں فان قلت فی اسنادہ محمد ابن اسحٰق وھو مدلس فکیف یکون حسنا فالجواب ان الدارقطنی والبیہقی وابن حبان رووا باسانیدھم عن ابن اسحٰق فزال ذلک ودلیل قوی صفحہ ۱۸۱ یعنی اگر کہے تو کہ اس حدیث کی اسناد میں محمد بن اسحٰق ہے اور وہ مدلس ہے پس حدیث کیونکر حسن ہوگی سو جواب یہ ہے کہ دارقطنی اور بیہقی اور ابن حبان نے روایت کیا اوسکو محمد بن اسحٰق سے پس زائل ہوگیا یہ امر دیکھو اتنا تو ابن الملقن کو بھی تسلیم ہے کہ اس روایت میں محمد بن اسحٰق مدلس واقع ہے باقی جواب کیا اوسکا دیتے ہیں کہ چونکہ دارقطنی وغیرہ نے اس سے روایت کی تو بات جاتی رہی انصاف کا مقام ہے کہ جب دارقطنی

وبیہقی وغیرہ اپنی کتابوں مین موضوع اور ضعیف حدیثیں بسیکڑوں روایت کرتے ہین تو اونکی روایت
کر دینے سے یہ روایت کیونکر صحیح ہوجاویگی اور محمد بن اسحاق کا عیب کیسے جاتا رہیگا **تنبیہ**
قلت نظر اور خیانت فی النقل کی شکایت ہمکو نہ صرف ان نوآموز طلباے غیر مقلدین سے ہی
بلکہ خود رئیس الطائفہ جناب مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کا بھی یہی حال ہی چونکہ
مولوی صاحب موصوف کی دوسری خیانتوں اور چالاکیوں کا ذکر اس مقام پر خلاف موقع ہی اسلیے
ہم یہان صرف وہی خیانت مولوی صاحب کی دکھاتے ہین جو اس مقام سے تعلق رکھتی ہی یہی محمد
ابن اسحاق بن یسار قلتین کی حدیث مین واقع ہی چنانچہ مولوی صاحب موصوف اوس
حدیث کو ترمذی سے نقل فرماتے ہین اور محمد بن اسحاق جو ترمذی کے طریقے مین تیسرا راوی
ہی اوسکی نسبت تقریب التہذیب سے نقل کرتے ہین صدوق (دیکھو معیار الحق مطبوعہ
لاہور صفحہ ۱۴۴) اس خیانت کو دیکھو کہ اوسی تقریب مین صدوق کے بعد یہ عبارت مذکور
ہی یدلس ورمی بالتشیع والقدر (تقریب صفحہ ۱۵۱ سطر ۳) یعنی وہ تدلیس کرتا تھا
اور شیعہ اور قدریہ ہونیکا اوسپر الزام لگایا گیا ہی مولوی صاحب موصوف نے صرف صدوق
نقل کیا باقی عبارت کو جس سے محمد بن اسحاق کا ضعف ثابت ہوتا تھا اوڑا دیا اور خاص
کر اوس کا مدلس ہونا اسواسطے نہین نقل کیا کہ مدلس کی روایت بلفظ عن سے ہوتی ہی مقبول
نہین ہوتی جیسا کہ اوپر گذرچکا پس مولوی صاحب نے سوچا کہ اگر اوسکا مدلس ہونا نقل کرتے
ہین تو یہ طریقہ حدیث کا قابل اعتبار نہوگا کیونکہ اوسمین محمد بن اسحاق نے لفظ عن سے روایت
کی ہی غرض کہ کس کس کی شکایت کیجاوے این خانہ تمام آفتاب است انشاء اللہ تعالے

کسی خاص تصنیف مین ان حضرات کی صرف چالاکیان اور خیانتین ظاہر کیجاوینگی واضح ہو کہ
یہ حدیث ابوداودمین اور دو طریقون سے مروی ہی ایک مین نافع بن محمود واقع ہی اور
وہ مجہول ہی چنانچہ تقریب التہذیب مین ہی مستور من الثالثۃ
یعنی وہ پوشیدہ حال ہی طبقۂ ثالثہ سے (تقریب صفحہ ۲۶۲) اور الجوہر النقی مین ہی
قال ابن عبد البر مجہول وقال الطحاوی لا یعرف یعنی کہا ابن عبد البر نے
کہ وہ مجہول ہی اور کہا طحاوی نے نہین پہچانا جاتا ہی وہ اور دوسرے طریقے مین مکحول
نے عبادہ سے روایت کی ہی اور لطف یہ کہ مکحول کو عبادہ سے ملاقات نہین و مکحول
قد سمع من واثلۃ بن الاسقع وانس بن مالک وابی ھند الداری و
یقال انہ لم یسمع من احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا من ھؤلاء
الثلثۃ (ترمذی شریف مطبوعۂ احمدی بارثانی صفحہ ۸۲ جلد ثانی) یعنی مکحول نے سنا ہی واثلہ
ابن الاسقع اور انس بن مالک اور ابو ہند دارمی سے اور کہا جاتا ہی کہ مکحول نے
بجز ان تینون کے اور کسی صحابی سے نہین سنا ہی دیکھو ان تینون مین عبادہ کا نام
نہین ہی اور حافظ ابن حجر نے تہذیب مین لکھا ہی قال ابو بکر البزار روی
مکحول عن جماعۃ من الصحابۃ عن عبادۃ وابی الدرداء وحذیفۃ و
ابی ھریرۃ وجابر ولم یسمع منھم یعنی کہا ابوبکر بزار نے روایت کی مکحول نے ایک
گروہ صحابہ سے عبادہ اور ابو درداء اور حذیفہ اور ابو ہریرہ اور جابر سے
اور سنا کسی سے نہین پس جب مکحول کو عبادہ سے ملاقات نہ ٹھیری تو حدیث متصل

نہ باقی رہی اور منقطع ہو جائے گی غرض یہ حدیث کسی طرح لائق اعتماد اور قابل استناد نہیں ہے
اب ہم امر ثانی کی طرف توجہ کرتے ہیں

امر ثانی

ہمنے اس رسالے کے مختلف مقامات مین حضرات غیر مقلدین کی چالاکی اور فریب کا ذکر کیا ہی مگر خاص اس بحث مین ہم صرف ان حضرات کی دروغ گوئی کی کیفیت عرض کرین گے اور ناظرین کو دکھلائین گے کہ یہ لوگ کسقدر جھوٹ اور افترا عمل مین لاتے ہین اس بارے مین یعنی قراءت فاتحہ مین ہم نے حضرت مجتہد العصر جناب مولوی نذیر حسین صاحب و دیگر مشاہیر کی تصانیف کو ہم پونہچانا چاہا مگر اونکی کوئی تحریر اس بارے مین نہین تھی مجبوراً میان محی الدین و میان سلامت اللہ جیراجپوری پر اکتفا کرتے ہین محی الدین نے اس مسئلے کو بلاغ المبین مین لکھا ہی اور میان سلامت اللہ نے میزان الحق مین جو اونکے ایک شاگرد کے نام سے چھپی ہی اب ہم تفصیلاً اون اکاذیب کا ذکر کرتے ہین پہلا دروغ قال باقی رہا استدلال اس آیت سے عدم جواز قراءت فاتحہ خلف الامام پر تو اوسکو تو جناب مولوی صاحب نے آپ ہی صفحہ ۱ مین باطل کر دیا ہی اور اس آیت کو آیت فاقرءوا ما تیسر من القرآن سے متعارض ٹھیراکر حکم اوسکا بقاعدہ اذا تعارضا تساقطا ساقط کر دیا ہی اگرچہ حکم اس آیت کا تو جمیع اہل اصول حنفیہ بسبب اسی تعارض کے ساقط کرتے چلے آئے ہین پر ہمکو تو مولوی صاحب کی تحریر سے تمسک کرنا کافی ہی اور گو مولوی صاحب سارے علماے حنفیہ سے الخ اقول ذرا مستفز اس دروغ بے فروغ کو دیکھو کہ اس شخص نے سارے علماے حنفیہ کو اس دعوے مین شامل کر لیا

(حاشیہ:) ع دروغ گوئی جناب محی الدین صاحب ... صفحہ ... [illegible]

علماے حنفیہ تو آیت فاقرؤا کو اس حدیث سے من صلی خلف الامام فقراءۃ الامام
لہ قراءۃ خاص کر لیتے ہین اور تحریر فرماتے ہین کہ آیت فاقرؤا مقتدیون سے متعلق نہین کیونکہ
مقتدی کے لیے امام کی قراءت خود کافی ووافی ہے چنانچہ علامہ ابن الہمام اس حدیث من
صلی خلف الامام الخ کی بحث مین لکھتے ہین فاذا صح وجب ان یخص عموم
الآیۃ والحدیث علی طریقۃ الخصم مطلقا فیخرج المقتدی وعلی طریقتنا
یخص ایضا (فتح القدیر نو لکشوری جلد اول صفحہ ۱۳۹) یعنی جب وہ حدیث صحیح ہوئی تو
ضرور ہوا کہ عموم آیت کی تخصیص کیجاوے اور حدیث خصم کے طریقے پر ہی مطلقا پس خارج ہوگا
مقتدی اور ہمارے طریقے پر بھی خاص کیجاوے گی دیکھو علامہ ابن الہمام جو بڑے اصولی حنفی
ہین لکھتے ہین کہ آیت فاقرؤا مقتدی کے لیے نہین ہے پھر فرمایئے کہ واذا قرئ القرآن الخ
سے کیا تعارض رہا۔ اور اسی قسم کی توجیہ علامہ بدر الدین حنفی سے پہلے گذر چکی آیت کی بحث
مین دیکھو اور صاحب کافی لکھتے ہین لنا قولہ تعالی واذا قرئ القرآن الخ (منقولا عن
الدلیل القوی) یعنی ہماری دلیل اللہ برتر کا یہ قول ہے واذا قرئ القرآن الخ اور علامہ
عینی لکھتے ہین اس آیت کے استدلال مین ہذہ حجۃ صریحۃ فی ان المقتدی لا یجب
علیہ ان یقرأ خلف الامام اصلا علی الشافعی (از دلیل قوی) یعنی یہ آیت ایک
صریح دلیل ہے اس بات پر کہ مقتدی کو قراءت فاتحہ اصلا نہین واجب ہے شافعی
کے مقابل مین غرض تمام اہل اصول تو اس آیت سے استدلال کرتے ہین اور ہمارے
حضرت مجتہد میان سلامت اللہ صاحب اپنے ساتھ سبکو لے ڈوبے اگر سبب نمین تو وہی

چار حنفیون کا قول دکھلادین دوسرا دروغ قال مولوی صاحب اس حدیث کے ہر طریقے مین
ابو الحسن کوفی پڑے ہوے ہین (میزان الحق صفحہ ۷۷) اس حدیث کی بحث مین من
صلی خلف الامام فقراءۃ الامام له قراءۃ ۔ یہ بھی صریح جھوٹ ہی ایک طریقہ ہمنے
جو مصنف سے اصل کتاب مین نقل کیا ہی اوسمین ابو الحسن کا نام ونشان بھی نہین
اور ایک طریقہ موطا امام محمد مین مذکور ہی اوسمین بھی ابو الحسن نہین ہی چنانچہ وہ یہ ہی
قال محمد حدثنا الشیخ ابو علی قال حدثنا محمود بن محمد المروزی
قال حدثنا سهل بن العباس الترمذی قال اخبرنا اسمعیل بن علیة
عن ایوب عن ابن الزبیر عن جابر عبد الله قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام له قراءۃ (موطا
مصطفائی صفحہ ۹۶) دیکھو اسمین بھی ابو الحسن کا نام نہین ہی تیسرا دروغ قال
اس حدیث کے ہر طریق مین ابو الحسن کوفی پڑے ہوے ہین جنکو علامہ ابن حجر مجہول
لکھتے ہین کما قال ابو الحسن الکوفی مجہول (میزان الحق صفحہ ۷۷) نعوذ بالله یہان تک تو خیر تھی کہ ہر طریق
مین ابو الحسن ہین یہ کذب صریح سنیئے کہ ابو الحسن مجہول ہین ارے میان وہ ابو الحسن کوفی
جنکا نام تقریب مین مذکور نہین ہی وہ مجہول ہی یہ تو موسی بن ابی عائشہ ابو الحسن کوفی ہی جنکو
تقریب مین ثقہ اور عابد لکھا ہی اور جسکی توثیق ہم اصل رسالے مین نقل کر چکے ہین دیکھو
اس حدیث کی بحث مین من صلی خلف الامام الخ چوتھا دروغ اسی حدیث کی
بحث مین لکھتے ہین قال اور باوجود اسکے مرسل ہونے کے بغایت ضعف کو پونہچی ہی

دوسرا جھوٹ مسئلہ الٰہی کا
تیسرا جھوٹ مسئلہ الٰہی کا
جھوٹ مسئلہ الٰہی کا
چوتھا جھوٹ مسئلہ الٰہی کا

لاحول ولا قوۃ اس حدیث کے مرسلا صحیح ہونے مین توکسی شخص کو بھی شک نہین بلکہ خود اس فقرے سے جو میزان الحق مین نقل کیا ہی لا یصح رفعہ یعنی اس حدیث کا مرفوع ہونا صحیح نہین خود ثابت ہی کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے مین گفتگو ہی نہ اوسکے مرسل ہونے مین بلکہ دارقطنی و ابن عدی و بیہقی نے اسکو مرسلا صحیح لکھا ہی (دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۳۹۱) پانچوان دروغ **قال** یہ محمد بن اسحاق بن یسار ہی کہ جسکی شان مین علامہ ابن حجر نے تقریب مین قدری اور شیعی لکھا ہی (میزان الحق صفحہ ۹۸) **اقول** لاحول ولا قوۃ اسمین تو دوسرے غیر مقلدون کو بھی بحث نہین کہ یہ محمد بن اسحاق بن یسار ہی ہان البتہ اسمین گفتگو ہی کہ وہ ثقہ ہی یا نہین اور یہ امر کہ اس حدیث مین محمد بن اسحاق بن یسار واقع ہی ہماری اوپر کی تحریر سے اس حدیث کی بحث مین ثابت ہو چکا ہی وہین دیکھو چھٹا دروغ **قال** اور جابر بن عبد اللہ جو مئوول اس حدیث کے ہین وہ خود امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے اور مقتدیون کے قراءت نکرنے سے عدم جواز صلوٰۃ کا فتوا دیتے تھے (میزان الحق صفحہ ۹۹) **اقول** کتنا صریح جھوٹ ہی جابر بن عبد اللہ کا قول بسند صحیح خود ترمذی مین مذکور ہی چنانچہ وہب بن کیسان نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام اور اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح لکھا ہی (ترمذی شریف مطبوعہ احمدی بار ثانی جلد اول صفحہ ۴۲) یعنی جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ جو شخص کوئی رکعت بغیر الحمد کے پڑھے تو نماز نہ ہوگی مگر جبکہ امام کے پیچھے ہو یعنی جب امام کے پیچھے نماز پڑھے تو بغیر الحمد کے بھی نماز صحیح ہوگی بلکہ اور صحابہ سے تو دونون قسم کی باتین منقول ہین مگر حضرت جابر سے تو بالاتفاق ثابت ہی کہ وہ قراءت فاتحہ

پانچوان جھوٹ سراسر افترا

چھٹا جھوٹ

خلف الامام کے قائل نہ تھے چنانچہ قاضی عبد البر نے اسکو بتصریح لکھا ہے (دیکھو تعلیق مجد صفحہ ۹۵) باقی جو عبارت میزان الحق مین ترمذی سے نقل کی ہے اوسمین تو قرارت خلف الامام کا مذکور ہی نہین وہ تو عام طور کے وجوب کی نسبت ہے چنانچہ ترمذی شریف کے صفحہ ۳۵ مین جو باب باندھا ہے اور جسکے نیچے یہ اقوال لکھے ہین وہ یہ ہے باب ما جاء انہ لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب یعنی باب اسکا کہ نماز بے الحمد للہ نہین ہوتی اسمین مقتدی کا کہان ذکر ہے بلکہ اسی حدیث کا تو مطلب جابر بن عبد اللہ نے بتایا کہ یہ حکم تنہا آدمی کے واسطے ہے جیسا کہ اصل رسالے مین ہمنے ترمذی سے نقل کیا ہے معلوم نہین اس جھوٹ سے بجز فریب دہی عوام کے اور کیا فائدہ نکالا تو ان دروغ قال و ہزار ہا علماے حنفیہ محققین کیا متقدمین کیا متاخرین خصوصًا امام اعظم و امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل و امام اسحاق و امام سفیان و شمس الایمہ امام بخاری و امام مسلم رحمھم اللہ نے اسکے وجوب پر اجماع کیا ہے (میزان الحق صفحہ ۱۶) کیا غضب ہے کہ ہزار ہا علماے حنفیہ کو بھی اسمین شامل کر لیا اسکے ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ یہ بات جھوٹ اور افترا ہے یہ تو زمانہ جانتا ہے کہ علماے حنفیہ قرارت فاتحہ خلف الامام کو واجب نہین جانتے اب بلاغ المبین کا کذب صریح سنو اور اوسپر نفرین کرو بلاغ المبین کے صفحہ ۱۶۳ مین اس حدیث کی نسبت واذا قرأ فانصتوا ابو داؤد سے یہ نقل کرکے کہ یہ فقرہ ابو خالد کا وہم ہے لکھا ہے کہ ابو خالد مولا جعدہ بیٹا ہبیرہ مخدومی کا مجہول ہے تیسرے طبقے سے اور تقریب کا حوالہ دیا ہے یہ کتنا بڑا کذب صریح ہے اس حدیث مین جو راوی ہے وہ ابو خالد احمر ہے جسکا نام سلیمان بن حبان ہے جیسا کہ ہم اوپر اس حدیث کی بحث مین ثابت کر آئے ہین اس شخص نے ایک اور ابو خالد کو بیان

ساتوان جھوٹ

فریب دہی سے ظاہر کیا برادران اسلام دیکھو یہ حضرات اس قسم کے کذب اور دروغ روایات مین
کرتے ہین لہذا ان سے ہر حالت مین پرہیز کرو اللہ ہمکو تمکو سبکو توفیق خیر دے آمین یا رب العالمین

تمت

تقریظ جلیلۂ خاتمۂ فاضل بے بدل مولوی محمد احمد اللہ صاحب ساکن ضلع اعظم گڈھ موضع بندول

بر نکتہ دانان ہنر پرور پوشیدہ و مستتر نیست کہ چون درین دہر پر آشوب در جمعیت اسلام تفرق و
پریشانی رو نمود ہر یک از اعدای دین در ہوای خردہ گیری بال پرواز ہمت کشود گروہی از ملحدان
غوی دست تطاول بسوی کیش نبوی دراز کردند و پارۂ از نجدیان لیام لب بنفرین ایمۂ کرام باز کردند
گاہی خاری گشتند و بدامن ارباب کمال در آویختند و وقتی غباری شدند و در دیدۂ اہل بینش
و حال ریختند چون کار فتنہ بالا گرفت حامی دین مصطفوی **مولوی محمد نصیر الحق صاحب**
ساکن بندول ضلع اعظم گڑھ دام فیضہ کمر ہمت چست بست و از بہر استیصال این ناہنجاران
سر آستین سعی و محنت ببالا شکست در اندک زمانی این عجالۂ نافعہ بر روی کار آورد و ہمت برد
ایشان گماشت و در ہر بحثی از عہدۂ تفصیل و تدقیق بدر آمدہ خاک در دیدۂ دشمنان انباشت
ہر نقطہ اش گلی شد و در چشم ایشان افتاد و ہر سطرش سنانی گشت و در دیدۂ این بصران راسخ نہاد

جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء
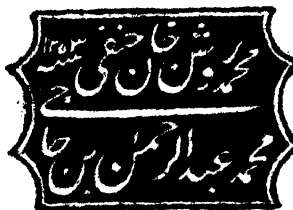
وجہ مہر و دستخط

واسطے سند اس بات کے کہ کتاب چھپی ہوئی مطبع نظامی کی ہے
مہر و دستخط مہتمم کے آخر کتاب مین ثبت کیے گئے